

کیا مہر کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے؟

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ مہر کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ کیا یہ درست ہے؟ قرآن کریم میں مہر کے بارے میں کیا کہا گیا ہے۔ برائے کرم میری رہنمائی فرمائیں۔ (شفقت لواز، ملت ٹاؤن، کراچی)

الجواب: میرے بھائی! آپ کے سوال کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ نکاح کے لئے مہر کی ادائیگی بہت ضروری ہے۔ لیکن اسے انعقاد نکاح کے لئے شرط قرار نہیں دیا گیا ہے۔ اس لئے جو لوگ کہتے ہیں کہ مہر کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ وہ درست نہیں ہیں۔ (قرآنی دلیل ذرا آگے آتی ہے) جہاں تک آپ کے سوال کے دوسرے جز کا تعلق ہے کہ قرآن کریم میں مہر کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟ تو اس کا جواب قدرے تفصیل سے پیش کیئے دیتا ہوں۔ اس تفصیل میں آپ کے سوال کے پہلے جز کو بھی شرح ہو جائے گی۔ میرے محترم! جسے ہم اپنی زبان و اصطلاح میں مہر کہتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس کے لئے درج ذیل چار الفاظ استعمال کیئے ہیں۔

۱۔ مال ۲۔ صدقہ ۳۔ اجر ۴۔ فریضہ

واضح رہے کہ مہر کوئی متعین رقم نہیں۔ جس کے عوض عورت کو خریداجاتا ہو۔ یہ محض ایک قندہ ہوتا ہے جسے پد رخصت و رغبت دیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا دینا ضروری ہے۔

اب آپ مہر کے تعین سے قرآنی الفاظ اور ان کے مقامات ملاحظہ فرمائیے:

سب سے پہلے مہر کے مفہوم کو جہاں لفظ ”مال“ سے ادا کیا گیا ہے۔ وہ دیکھئے واضح ہو کہ اس میں محرکات نکاح کے تفصیلی ذکر کے بعد فرمایا گیا ہے۔

واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبغوا بما موالکم۔۔ (النساء: ۲۴)

اور ان کے سوا (سب عورتیں) تمہارے لئے حلال ہیں (اس طرح) کہ تم اپنے اموال کے ساتھ (ان کو) نکاح میں لانا چاہو۔

اس مال دینے کو اصطلاح میں مہر کہتے ہیں۔ لفظ صدقہ بھی مہر کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ارشاد پاک ہے۔

القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار

(قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا)

اب تو یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ایمان پر خاتمہ فرمائے اور عالم آخرت کی پہلی برزخی منزل کو ایک باغ بنا دے کہ اس کی آخر منزل جنت ہے آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

اس اقتباس پر اس دعا کے ساتھ یہ مختصر تاثرات قلم کیے جاتے ہیں:

اللهم اغفر له وارحمه وادخله الجنة واعذه من النار

حوالہ جات

۱۔ اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ مظہر دہلوی، کراچی، مکتبہ المدینہ، طبع دوم ۱۹۸۶ء

۲۔ ایضاً ص ۱۲۴

۳۔ ایضاً ص ۳۰۰

۴۔ ایضاً ص ۱۲۳

۵۔ ایضاً ص ۱۴۳

اور عورتوں کو ان کے مہر بلا بدل ادا کرو۔

آیت میں لفظ نحلہ استعمال ہوا ہے۔ امام رافضی صنفائی کے بقول اخلہ عطیہ علی السبیل البترع۔ نحلہ وہ عطیہ ہے جو بترع کے طور پر ہو۔ اور تفسیر بیضاوی میں ہے نحلہ عطیہ اذا اعطا و یا و من طیب نفس بلا توقع عوض۔ نحلہ وہ عطیہ ہے جو بد رضا و رغبت کسی معاوضہ کے لالچ کے بغیر دیا جائے۔ اب مہر کے لئے لفظ اجر کا استعمال ملاحظہ ہو۔

چونکہ مہر کی مستحق صرف آزاد عورتیں ہی نہیں بلکہ کنیریں بھی ہوتی ہیں۔ اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا گیا۔

فانکحوا هن باذن اهلن واتو هن اجورهن بالمعروف۔ (النساء ۲۵)

پس ان (کنیروں) سے ان کے مالکوں کی اجازت کے ساتھ نکاح کرو اور انہیں ان کے مہر حسب دستور ادا کرو۔

مسلمان عورتوں اور اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں کے لئے فرمایا گیا۔

اذا اتیتمو هن اجورهن۔ (المائدہ ۵۷)

جبکہ تم انہیں ان کے مہر ادا کرو۔

آنحضرت ﷺ کو بھی مہر کی ادائیگی کا پابند کیا گیا تھا۔ یوں مہر کی ادائیگی حضور ﷺ کی سنت بھی ہے۔

یا ایہا النبی انا احللنا لك ازواجك الّتی اتیت اجورهن۔۔ (الاحزاب ۵۰)

اے نبی! ہم نے تمہارے لئے تمہاری وہ بیویاں جائز کر دی ہیں جنہیں تم نے ان کے مہر دے دیے ہیں۔

دارالکفر سے دارالایمان میں آنے والی مہاجر مومن عورتوں کے لئے کہا گیا:

ولا جناح علیکم ان تنکحوهن اذا اتیتموهن اجورهن۔۔ (الممتزہ ۱۰)

اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان سے نکاح کرو، جب تم انہیں ان کے مہر دے دو۔

مہر کا ادا کرنا۔ چونکہ حکم خداوندی کے تحت ہے۔ اس لئے اس کے لئے فریضہ کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔

لا جناح علیکم ان تطلقتم النساء مالم تمسوهن او تفرضوا لهن فریضۃ۔

(البقرہ ۲۳۶)

تم پر کوئی گناہ نہیں، اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو، جبکہ تم نے ان کو چھو نہ ہو، یا مہر مقرر نہ کیا ہو۔

کسی چیز پر عمل واجب یا لازم کر دینا فرض کہلاتا ہے۔ جیسا کہ سورہ نور میں آیا ہے۔

سورة افذلہا و فرضہا۔ (نور ۱)

اس مقام پر فرض لفظ کے معنی ہیں۔ ہم نے تم پر اس پر عمل کرنا واجب کر دیا ہے۔ اور یہی معنی ان الذی فرض علیک القرآن۔ (القصص ۸۵) میں ہیں۔ یعنی وہ ذات کہ جس نے قرآن پر عمل کرنا آپ پر واجب کر دیا ہے۔

چنانچہ یہ امر واضح ہوا کہ آیت میں فریضہ مہر کو اور تفرضا اسکے مقرر کیے جانے کو کہا گیا ہے۔

میرے محترم! یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ مہر چونکہ نحلہ ہے۔ جو شوہر کی طرف سے

بیوی کو دیا جاتا ہے۔ یہ دراصل اس امر کا اظہار ہے کہ جس طرح آج وہ (یعنی شوہر) اپنی شریک حیات کو گفٹ آئیٹیم یا گفٹ منی (یعنی مہر) دے رہا ہے۔ آئندہ بھی دیتا رہے گا۔ اسکی عنایات اور محبتوں کا یہ سلسلہ یونہی جاری و ساری رہے گا۔ ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں مہر کی کوئی مقدار یا تعداد متعین نہیں کی جاسکتی۔ مگر چونکہ اس کا ادا کرنا ضروری ہے اس لئے اسے خاوند کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے اور یہ حیثیت ”سوئے کا ذمیر“ عطا کرنے کی بھی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے۔

وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احدہن قنطاراً فلا تاتخذوا منه شیاء۔ (النساء ۲۰)

اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی (سے نکاح) کرنا چاہو اور تم اسے سوئے کا ذمیر دے چکے ہو تو انہیں سے کچھ نہ لو۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ مہر دراصل دینی ہے جو قابل ادا ہو۔ ایسا مہر یا نذرہ جو قابل ادا نہ ہو۔ صریحاً قرآن مجید کے خلاف ہے۔ بلاشبہ آیت میں ”قنطار“ کا لفظ آیا ہے جو ایک غیر محدود مقدار پر بولا جاتا ہے۔ مگر ”اتیتم“ کے لفظ نے اسے قابل ادا ٹخمر ادا کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کا مہر کروڑوں روپے یا نذرہ دے تو اسے ایسا کرنے سے نہیں روکا جاسکتا۔ بشرط یہ کہ وہ قابل ادا ہو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔ خیر النساء الیسرہ۔ (ابوداؤد و کتاب النکاح) بہترین نکاح وہ ہے جو (بجائے مہر) سب سے زیادہ آسان ہو۔ ایک حدیث کی رو سے اس عورت کو بہترین کہا گیا ہے جسکے مہر میں اسکے آدمی کو سہولت ہو۔ (خیر النساء الیسرہ من صداقا) اور ایک حدیث میں کہا گیا ہے۔ اعظم النساء یرکۃ الیسر من صداقا۔ سب سے بڑھ کر

کے مہر میں سہولت ہو۔ جسکے مہر میں سہولت ہو۔

پھر یہ بات بھی ہر مسلمان کے لئے قابلِ حفظ ہے کہ مہر کی ادائیگی نکاح کے ساتھ ہی ہو جانی چاہیے۔۔۔۔۔
لیکن۔۔۔ مہر مقرر کئے بغیر بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں قرآنی دلیل ملاحظہ ہو۔

لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوهن او تفرضوا لهن فريضه۔

(البقرہ/۲۳۶)

تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اگر تم اپنی بیویوں کو طلاق دو، جبکہ تم نے ابھی ان کو ہاتھ بھی نہ لگایا ہو یا مہر مقرر نہ کیا ہو۔

واضح ہو کہ مہر مقرر نہ ہونے کی صورت میں مہر کی تعیین، مہر مثل سے کیجا گئی۔ یعنی خاندان میں اس حیثیت کے دوسرے افراد کو دیکھا جائے گا کہ ان کا مہر کتنا باندھا گیا ہے۔ پھر وہی مہر اس عورت کا مقرر کیا جائے گا۔ میرے بھائی! یہ ہے آپ کے سوال میں پوچھے گئے پہلے جزو کے جواب پر مشتمل قرآنی دلیل، جو ہمارے سلسلہ بیان کے بیچ میں آگئی ہے۔ امید ہے کہ اسکو خصوصی توجہ سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ ویسے تو ہمارا پورا جواب ہی مہر کی قرآنی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ اور ہر تفصیل اس لائق ہے کہ اسے یاد رکھا جائے تاکہ عمل میں آسانی ہو۔

میرے بھائی! اس طرح یہ بات بھی ہر مسلمان کو معلوم ہونی چاہیے کہ اگر مہر نکاح کے وقت ادا نہ کیا گیا ہو تو میاں بیوی کی رضامندی سے بعد میں کم یا زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ تعلیم ہوا۔

ولا جناح علیکم فیما تراضیتم به من بعد الفریضه۔ (النساء/۴۳)

اور تم پر اس کے متعلق کوئی گناہ نہیں کہ مہر مقررہ کے بعد تم آپس میں (اس کی کمی بیشی پر) رضامند ہو جاؤ۔ آیت میں جس رضامندی کا ذکر ہے۔ وہ مہر کے کم یا زیادہ ہونے سے متعلق ہے۔ جسے ہم نے ترجمہ میں نمایاں کر دیا ہے۔

نکاح کے بعد قبل از صحبت رخلوت، طلاق ہو جائے تو۔۔۔ اگر مہر متعین نہیں ہوا تھا تو خاوند کو اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور دینا ہوگا۔

ومتعوهن علی الموسع قدره وعلی المقتر قدره متاعاً بالمعروف (البقرہ/۲۳۶)

صاحب حیثیت اپنی وسعت کے مطابق اور تنگ دست اپنی توفیق کے مطابق، حسب دستور کچھ نہ کچھ سامان ضرور دے۔۔۔ اگر مہر متعین تھا تو اس کا نصف ادا کرنا لازمی ہے۔

وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضه فنصف ما فرضتم الا ان یعفوا الذی بیده عقدہ النکاح وان تعفوا اقرب

للتقوی۔ (البقرہ/۱۳۷)

اور اگر تم ان کو طلاق دے دو اس سے پہلے کہ تم نے ان کو چھوا ہو۔ اور تم ان کے لیے مہر مقرر کر چکے ہو تو اس کا آدھا دے دو، جو مقرر کیا ہو۔ مگر یہ کہ وہ (یعنی بیویاں) معاف کر دیں یا وہ شخص کہ جسکے ہاتھ میں نکاح کی گروہ ہے۔ (اپنا حق) معاف کر دے (اور اسے مردو! اگر) تم معاف کر دو تو یہ تقویٰ سے بہت نزدیک ہے۔

آیت کے مطابق، عورت اگر اپنا حق چھوڑنا چاہے تو اسے اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنا پورا مہر چھوڑ دے۔ تاہم پسندیدہ امر یہ ہے کہ مرد بجائے آدھے کے، اسے پورا دے دے۔ وگرنہ آدھا مہر تو ہر حالت میں دیا جائے گا۔

میرے محترم! آپ کی ڈیمانڈ کے مطابق میں نے قرآن مجید سے رہنمائی فراہم کر دی ہے۔ امید ہے کہ بقیہ مسائل و احکام میں بھی آپ اس حسن طلب کا مظاہرہ کریں گے۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اندر قرآن فہمی کے جذبے کو مزید پروان چڑھائے۔ (آمین)

کیا کسی کو جبراً مسلمان بنایا جاسکتا ہے؟

سوال: کیا کسی کو جبراً مسلمان نہیں بنایا جاسکتا؟

اگر یہ موقف درست ہے تو پھر حضرت سلیمان کا ملکہ سبا کو پیغام کہ ایمان لے آؤ ورنہ ہم لشکر لے آئیں گے۔ ذوالقرنین کا پیغام ایک قوم کو کہ ایمان قبول کر لو ورنہ سزا دی گئی کیا ان پیغمبروں نے لوگوں کو جبراً مسلمان کیا؟

جیم (کراچی)

جواب: میرے محترم! آپ نے جبراً مسلمان کرنے پر دو اہم قرآنی شخصیات کا جو حوالہ دیا ہے وہ دراصل نفس مسئلہ کی کما حقہ تفہیم حاصل نہ ہونے کے باعث آپ کے مقالے کا سبب بنا ہے۔ آپ کا یہ کہنا کہ ”حضرت سلیمان کا ملکہ سبا کو پیغام کہ ایمان لے آؤ، ورنہ ہم لشکر لے آئیں گے“ مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے یہ مفہوم کہاں سے اخذ کیا ہے۔ جہاں تک قرآن مجید، فرقانِ حید کا تعلق ہے۔ وہاں اس طرح کی کوئی آیت موجود نہیں کہ جسے آپ کے مفہوم کا ماخذ قرار دیا جائے۔ قرآن کے مطابق، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو جو خط لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا۔

انه من سليمان وانه بسم الله الرحمن الرحيم لا تعلو علی واتوني مسلمين

یہ سلیمان کی طرف سے ہے جو اللہ رحمن رحیم کے نام سے ہے کہ تم لوگ میرے خلاف سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار ہو کر میرے پاس آ جاؤ۔

یہاں تھلوا کے معنی ہیں سرکشی اختیار کرنا اور مسلمین کے معنی ہیں مطیع و فرمانبردار ہو جانا۔ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ سبا کا ارادہ حضرت سلیمان کے خلاف سرکشی اختیار کرنے کا تھا۔ جبکہ آپ کو خبر ہو گئی تھی۔ یہیں سے ہمیں ملکہ سبا کے جارحانہ عزائم کا پتہ چلتا ہے جبکہ حضرت سلیمان کا طریق، جوابی کاروائی (یعنی مدافعت) نظر آتا ہے۔ ایسا مدافعت کہ جسمیں آئندہ کی پیش بندی کا بھرپور لحاظ رکھا گیا ہو۔ میرا خیال ہے کہ لفظ ”مسلمین“ سے آپ کو دھوکا لگا ہے آپ نے مسلمین کا معنی مسلمان ہونے سے کر لیا ہے جبکہ وہ یہاں مطیع و متقاد کے معنی میں ہے۔ ملکہ سبا کے قبول اسلام میں حضرت سلیمان کا جبر، کہیں نظر نہیں آتا۔ اس لیے آپ کا خیال ہے کہ کسی کو جبراً مسلمان نہیں بنایا جاسکتا؟ جی ہاں! ہرگز، ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ قرآن کے پیکر خلاف ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت سلیمان نے ملکہ سبا کے پیچھے گئے قاصد سے یہ فرمایا تھا کہ

ارجع اليهم فلناتينهم بجنود لا قبل لهم بها ولنخر جنهم منها اذلة وهم صفرون۔ (اٹمل ۳۷)

(اے قاصد!) انکی طرف واپس چلا جا (اور انہیں بتا دے کہ) ہم ضرور ان پر ایسے لشکروں کے ساتھ چڑھائی کریں گے۔ جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہ ہوگی اور ضرور ہم اس شہر سے انہیں کمزور کر کے اس حال میں نکال دیں گے کہ وہ (ہمارے) محکوم ہوں گے۔

ملکہ سبا اور ان کے حواریوں کی سرکشی کے ساتھ ساتھ تو اس فرمان عالی شان کا سبب یہ تھا کہ حضرت سلیمان کو باوثوق ذریعہ سے معلوم ہو چکا تھا کہ انہیں اپنی عسکری طاقت اور جنگی قوت پر بھی بڑا غرور ہے۔ جیسا کہ اس سورہ کی آیت نمبر ۳۳ میں ان کا یہ جملہ نقل ہوا ہے۔

قالوا نحن اولوا قوة واولوا باس شديد۔ اٹ۔

وہ بولے کہ ہم بہت طاقتور اور سخت جنگجو ہیں۔

حضرت سلیمان کا قول دراصل ان کے اس غرور و تکبر کا جواب تھا کیونکہ حضرت سلیمان، صرف بادشاہ ہی نہیں بلکہ اللہ کے نبی بھی تھے۔ کفر و شرک کی حکومت اگر غیر جارح ہو تو اسے برداشت کیا جاسکتا ہے لیکن اگر جارح ہو جائے تو اس کا جواب دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ حضرت سلیمان کا جواب ان کا

پس منظر کا آئینہ دار تھا۔

میرے محترم! جہاں تک آپ کے سوال کے پہلے جزو کا تعلق ہے تو اس کا جواب کافی حد تک مکمل ہو چکا ہے۔ مگر میں ذرا تفصیل میں جانا چاہتا ہوں تاکہ نفس مسئلہ پوری طرح آشکار ہو جائے۔ کیونکہ سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کے ضمن میں لفظ مسلمین دو مرتبہ اور آیا ہے اگر میں ان مقامات کی وضاحت نہ کروں تو بہت ممکن ہے کہ آپ ایک مفالہ سے نکل کر کسی دوسرے مفالہ میں نہ پڑ جائیں۔ میرے بھائی! اس سورہ میں ذرا آگے چل کر فرمایا گیا ہے۔

قال يا ايها الملوك اياكم يا تينني معر شها قبل ان ياتوني مسلمين۔ (اٹمل ۳۸)

(سلیمان نے) فرمایا اے سردارو! تم میں کون ہے جو اس کا تخت میرے پاس لے آئے۔ قبل اس کے کہ وہ میرے پاس فرمانبردار ہو کر آئیں۔

یہاں پر بھی لفظ مسلمین اپنے لغوی معنی میں آیا ہے جیسا کہ قرآنی سیاق و سباق سے بخوبی ظاہر ہے۔ تھوڑا آگے چل کر یہ لفظ پھر اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

فلما جاءت قيل الهكذا عرشك قالت كانه هو، واولينا العلم من قبلها وكنا مسلمين۔ (اٹمل ۴۲)

پس جب وہ آئی، اس سے پوچھا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے وہ کہنے لگی کہ گویا یہ وہی ہے اور ہمیں اس سے پہلے علم ہو گیا تھا۔ اور ہم تا بعد از ہو گئے ہیں۔

اس آیت میں موجود ”مسلمین“ کو دو طرح سے بیان کیا گیا ہے۔ طرح اول میں اس کا معنی ہے کہ ہم نے بت پرستی چھوڑ کر توحید اختیار کر لی ہے۔ جبکہ طرح دوم میں یہ ہے کہ ہم نے سرکشی کو چھوڑ کر تابعداری کی راہ اختیار کر لی ہے۔ یہاں پر قرآنی سیاق، دوسرے معنی کا تقاضا کر رہا ہے۔ کیونکہ ملکہ سبا کے اسلام لانے کا واقعہ آیت نمبر ۴۴ میں پائیں الفاظ آیا ہے۔

قالت رب انى ظلمت نفس واسلمت مع سليمان لله رب العلمين۔

(ملکہ سبا نے) کہا میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب میں خود کو سلیمان علیہ السلام کی معیت میں اللہ رب العلمین کے حوالہ کرتی ہوں۔

بس یہی وہ مقام ہے جو ملکہ سبا کے ایمان و اسلام کا مظہر ہے۔ اور یہاں ظاہر ہے کہ ملکہ سبا کسی جبر کے بغیر، اپنا اسلام ظاہر کرتی ہیں۔ بلکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ سبا کے ایمان و اسلام کے پیچھے، سلیمان کا جبر نہیں بلکہ ملکہ سبا کے اپنے علم و عقل کی رہنمائی کا اثر ہے۔